باب۔ 5

علم

اب ہم امہات الصفات کی تھوڑی سی تفصیل پیش کرتے ہیں کیوں کہ وہ نہایت اہم ہیں۔

دنیا میں سب سے بڑا جاہل وہ ہے جو خود کو عالم اور واجب جل مجدہٗ کو جاہل سمجھے۔ ممکن، جس کا وجود بالعرض ہے، اس کی کون سی شئے، کون سی صفت بالذات ہو سکتی ہے۔۔؟ لا حول ولا قوة الا بالله۔ پس نہ علم ممکن کے لیے بالذات ہے نہ قدرت۔ لہٰذا علم وقدرت، واجب جل مجدہٗ کے لیے بالذات ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ذاتی چیز صفت، ذات سے جدا نہیں ہو سکتی۔ پس حیات وعلم وقدرت، نیز خدا تعالیٰ کے اور جتنے صفات ہیں، سب خدا تعالیٰ کے لیے ازلی و ابدی ہیں۔ ان نادانوں کی سمجھ میں کیا اتنا نہیں آتا کہ تمام کمالات کا منبع وجود ہی ہے۔ جو کچھ ہے وہ وجود ہی کے ظہورات ہیں۔ پس جو شئے وجود میں نہ ہو گی وہ موجود ہی نہ ہو گی۔ ذات واجب عین وجود ہے۔ اس کے وجود سے سے سب کا وجود ہے۔ اس کی حیات سے سب کی حیات ہے۔ اس کے علم سے سب کا علم ہے۔ اس کی قدرت سے سب کی قدرت ہے۔ ہمارے پاس، "پہلے پہل کی سنیو پہیلی، سوتی تھی رنگ محل میں اکیلی" نہیں ہے، بلکہ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ(البقرة:۲۵۳)، ہے۔

واضح ہو کہ علم الٰہی کے مختلف اطوار ہیں۔ جدا جدا اعتبارات ہیں۔ مرتبۂ احدیت میں علم، عین ذات ہے۔ ذاتِ حق نور محض ہے۔ ظلمت کو وہاں رسائی نہیں۔ علم ہی نور ہے۔ جہل ظلمت ہے۔ اس مرتبے میں وہی عالم ہے، وہی معلوم ہے۔ وہی شاہد ہے، وہی مشہود ہے، وہی شہود ہے۔ وہی واحد ہے، وہی موجود ہے اور وہی وجود ہے۔ یہاں بالکل غیرت کو گنجائش نہیں۔ اس مرتبے میں علم کا نام نور اور علم ذاتی ہے۔ اللّٰــهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ(النور:۳۶)۔

مرتبۂ واحدیت، جو اسماء و صفات کا مرتبہ ہے، اس میں علم کا مرتبہ حیات کے مرتبے کے بعد ہے، اور قدرت کے مرتبے سے پہلے ہے۔ علم، حیات پر متضرع ہے۔ اور قدرت، علم کی تابع ہے۔ اس مرتبے میں عالم و معلوم میں غیریتِ اعتباری آ جاتی ہے۔

علم میں ذواتِ ممکنہ کے نمایاں ہونے کو موجود و مخلوق و منشاء آثار ہو جانا ضروری نہیں۔ کیوں کہ وہ کُن کے بعد مخلوق و منشاء آثار ہوں گے۔ اس مرتبے کے علم کو علم تفصیلی فعلی کہتے ہیں۔ اس پر حکمت الٰہی کا، مخلوقات کے علم الٰہی میں باہم ممتاز ہونے کا، عدم اضطرار کا دارومدار ہے۔ اسی مرتبے میں اللہ تعالیٰ عین ثابتہ پر اسماء الٰہی کی تجلی فرماتا ہے۔ کُن کا حکم دیا جاتا ہے، تو وہ موجود فی الخارج ہوتا ہے۔ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ (النحل:۴۰)۔

اب علم کا ایک اور مرتبہ رہ گیا ہے اور وہ علم انفعالی ہے۔ یعنی مخلوقات، جس جس عالم میں پہنچتے جائیں گے، علم الٰہی ان سے متعلق ہوتا جائے گا۔ اس علم کا تعلق مخلوقات و حوادث سے ہونے کی وجہ سے خود علم حادثات معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس تعلق یا ظہور کے حدوث سے علم قدیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جس طرح کہ وجود، جو عینِ ذاتِ حق ہے، مخلوقات کی طرف نسبت پاتا ہے تو حادث معلوم ہوتا ہے، اور وجود بالعرض کہلاتا ہے۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّـهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ (آل عمران:۱۴۲)۔

5.1 معلوم:

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جان کر پیدا کرتا ہے، ورنہ جہل و اضطراء لازم آئے گا۔ معلوماتِ الٰہیہ کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ کُن کا حکم اعیان کو ہوا۔ کُن کے بعد مخلوقات پیدا ہوئے۔ لہٰذا اعیان ثابتہ، ذات الٰہی و مرتبۂ داخلی کے اندر رہیں، اور مخلوق نہیں۔

اعیان ثابتہ دو قسم کے ہوتے ہیں: حقائق الٰہیہ اور حقائق ممکنہ۔

حقائق الٰہیہ: اسماء الٰہیہ ہیں، جو معلوم حق ہیں۔

حقائق ممکنہ: صور ممکنات ہیں، جو معلوم حق ہیں۔

ہم نے یہ پہلے بیان کر دیا ہے کہ مرتبۂ وحدت میں ہر قسم کی کثرت کی قابلیت ہے۔ ان قابلیتوں کو شیون کہتے ہیں۔ شیون دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) شیون الٰہیہ ، (۲) شیون خلقیہ۔ مرتبۂ وحدت میں شیون الٰہیہ ، حقائق الٰہیہ کہلاتے ہیں اور شیون خلقیہ ، حقائق ممکنات یا طبائع جائزات سے موسوم ہوتے ہیں۔

5.2 معلوم اعظم:

تمام حقائق الٰہیہ کا جامع اسم ، اللہ یا مرتبۂ الوہیہ ہے۔ اس کا عبد یا مربوب ، حقیقتِ جامعِ ممکنات یا عین ثابتۂ اعظم یا عین محمدی یا عین الاعیان یا معلوم اعظم ہے۔

مرتبۂ الوہیت کی تفصیل تمام اسماء الٰہیہ ہیں اور عین محمدی کی تفصیل تمام اعیان ثابتہ مخلوقات ہیں۔

واضح ہو کہ لفظ اللہ کو دو جگہ استعمال کرتے ہیں۔ ایک مرتبۂ ذاتِ حق ، دوم مرتبۂ الوہیت ، جو جمیع صفات کمالیہ مؤثرہ کا اجمال ہے۔

مرتبۂ ذات حق ، عین وجود ہے۔ اجمال ہے۔ مابہ الموجودیہ ہے۔ اس کے مقابل کوئی شئے نہیں۔ اگر کوئی مفہوم اس کے مقابل ہے تو وہ عدم ہے ، جو موجود نہیں ہو سکتا۔ پس ذات کے معنٰی کے لحاظ سے نہ اللہ کے مقابل کوئی ہے ، نہ اس کا کوئی مظہر ہے۔

مرتبۂ الوہیت ، جو مجتمع جمیع صفات کمالیہ ہے ، اس لحاظ سے اللہ کے مقابل عبداللہ ہے۔ الوہیت میں تاثیر اور فعلیت ہے تو عبودیت میں تاثر پذیری اور انفعال۔ الوہیت میں استغناء ہے تو عبودیت میں احتیاج واقتقاء۔ ہر چند کہ ہر ممکن اپنی ذات و حقیقت کے لحاظ سے کچھ بھی وجود نہیں رکھتا ، یعنی اس کا وجود ذاتی نہیں ، بالعرض ہے۔ ممکن ، اپنی موجودیت کے زمانے میں بھی اپنے عدم ذاتی سے باہر نہیں نکلتا۔ چودھویں رات کا چاند جب خوب تاباں و درخشاں ہو پھر بھی اپنی ذات و حقیقت کے لحاظ سے کالا اور بے نور ہی ہے۔ یعنی اس کے لیے ظلمت ، ذاتی ہے۔ العبدو ماملکت یداہ لمولاہ۔ تاہم عبداللہ وہ ہے جس میں تمام کمالاتِ الٰہیہ تاباں و نمایاں ہوں۔

جس آئینہ پر ذاتی نقش و نگار نہ ہو، کوئی داغ دھبہ نہ ہو، جو خود نظر نہ آئے وہ بے شک خورشید جہاں تاب کو دکھا سکتا ہے۔ جو کچھ نہ رکھے وہ سب کچھ کا مالک ہو جاتا ہے۔ سب اس کو غنی سمجھتے ہیں، اور وہ اپنے آپ کو سراپا احتیاج سمجھتا ہے۔ یہ علم صحیح ہی اس کو خلیفۃ اللہ بنا دیتا ہے۔

اے ذاتِ تو مجمع کمالات میں بھی ہوں کمالِ بے کمالی حسرتؔ

بعض بزرگوں نے فرمایا، انّی عبداللّٰہ تابعٌ لمحمد بن عبداللّٰہ، یعنی میں خدا کا بندہ ہوں، محمدؐ کا امّتی ہوں، ان کا تابع و فرماں بردار ہوں۔۔۔ بد فہم مریدوں نے یہ معنیٰ پہنائے کہ" میں تمام کمالات میں محمد رسول اللہ کا ہمسر ہوں۔ ان کو مجھ پر کوئی فضیلت نہیں۔ وہ سیّد، ولد آدم نہیں۔ میرا منکر کافر ہے۔ میں تمام انبیاء و اصحاب و اہل بیت اور اقطاب سے اعلیٰ و افضل ہوں۔ صرف محمدؐ کی شریعت کا تابع ہوں، اگر اِس زمانے میں محمدؐ ہوتے تو میرے ہاتھ پر بیعت کرتے"۔۔۔ وہ بزرگ اس یاوہ سرائی سے پاک ہیں۔ ایسے معانی پیدا کرنا خوش اعتقادی نہیں ہے۔ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ العیاذ باللّٰہ! کہا کیا گیا تھا اور سمجھا کیا گیا؟۔۔۔ لکل مقال مجال۔

وجود، عین الاعیان، روح اعظم، سب جزئی حقیقی ہیں۔ نا قابل تکثّر ہیں۔ ان کو ان کے مظاہرے کے لحاظ سے ایک قسم کی کلّیت عارض ہوتی ہے۔ بالعرض طور پر ان کو ایک قسم کی کلّیت لاحق ہوتی ہے۔ بالعرض طور سے ان پر کلّی کے صدق سے ان کے بالذات جزئی حقیقی ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیوں کہ کلّیت ایک اعتباری شئے ہے۔ اس سے ان کا ذاتی تعین و تشخص زائل نہیں ہو سکتا۔

چاہو تو یوں کہہ دو کہ وجود، عین الاعیان یا روح اعظم کے دو تشخص و تعین ہیں۔ ایک تعین ذاتی جو ہر حال میں باقی رہتا ہے۔ دوم صفاتی یا اعتباری تشخصات جو ادلتے بدلتے، تغیر و تبدل ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً، زید جزئی حقیقی ہے۔ اس کو کُودکی، جوانی، کہولت اور پیری لاحق ہوتی گئی اور تشخصات و تعیناتِ کثیرہ عارض ہوئے، تو کیا زید بالذات کلّی و اعتباری بن گیا۔۔؟ ہرگز نہیں۔

Siddiqi Publications

5.3 آیات متشابہات:

بعض آیتیں ایسی ہیں جن سے خدائے تعالیٰ کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو مخلوقات کے لیے مستعمل ہوتے ہیں۔ حالاں کہ اسلامی تعلیم کا راز توحید اور تنزیہ حق تعالیٰ ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوریٰ:۱۱)۔ ایسی آیتوں کو آیات متشابہات کہتی ہیں۔

ان آیتوں کے متعلق علماء کے مختلف مذاہب ہیں:

(۱) **متوقفین:** توقف کرنے والے۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ لفظی معنیٰ ہم کو معلوم ہیں۔ ہم مرادِ خدا تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ ان میں بھی دو قسم کے حضرات ہیں۔ (الف) جو ترجمہ نہیں کرتے۔ یَدُ کے معنی ہاتھ نہیں کرتے، صرف یَدُ ہی کہتے ہیں۔ (ب) جو ترجمہ تو کرتے ہیں، مگر وہ کیا ہے؟ اس کی تشریح نہیں کرتے۔ اس کی مراد اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔

(۲) **منزھین بعد الاثبات:** ان کا مذہب یہ ہے کہ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح:۱۰)، سے خدا تعالیٰ کا یَدُ یعنی ہاتھ ثابت ہے، مگر اس کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کی مانند نہیں۔ اسی طرح ہر چیز جو قرآن شریف میں مذکور ہے، خدا تعالیٰ کے لیے ثابت ہے۔ مگر وہ مثل مخلوق کے نہیں۔

(۳) ایک اور مذہب اس کے قریب قریب ہے کہ یَدُ سے ایک صفتِ خارجی مراد ہے جو قدرت کے علاوہ ہے۔ اور اسی طرح اور تمام الفاظ۔ مثلاً، رجلٌ۔

(۴) **ماؤلین:** ان کے مذہب میں ہر مقام میں محاورۂ عربی کے مطابق معنیٰ مراد و مجازی لیے جاتے ہیں۔ مثلاً، الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طٰہٰ:۵)، تخت نشینی سے مراد حکومت، اقتدار اعلیٰ و سلطنت ہے۔ یَدُ اللّٰهِ سے مراد، یَد رسول ہے۔ کیوں کہ وہ خلیفہ اور مامون من اللہ تھے۔ خلیفہ کا فعل، مستخلف کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

رِجلٌ الرَّحْمٰنُ کے جہنم میں رکھنے اور اس کے "قط، قط" کرنے سے مراد، رحمت کا غضب پر غلبہ ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ، فلاں کی سلطنت نے فلاں کی سلطنت کو پامال کر دیا، یعنی مغلوب کر دیا۔

اس مقام میں ایک کلیہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے لیے جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں وہ باعتبار نتیجہ ، غرض و غایت کے ہیں۔ مثلاً، اللّٰــهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ (البقرة:١٥)، اللہ بھی ان سے ٹھٹا کرتا ہے۔ یعنی ان کے ٹھٹا کرنے کے بدلے میں ان کو عذاب کرتا ہے۔ اور اس کو مشاکلہ کہتے ہیں۔

(۵) **متصوفہ:** ان کا مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی ذاتِ مقدسہ کے لحاظ سے صفاتِ مخلوقات سے پاک ہے۔ مگر عالم مثال میں جہاں معانی متصور ہوتے ہیں، اسی قسم کی تجلّی ہوتی ہے جو ہمارے لحاظ سے متصور معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کی حقیقت پر اس تصور پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جیسے، ایک حقیقی معنیٰ کو سیکڑوں مجازات میں بیان کرتے ہیں۔ تمثیل کے تجسم سے ممثل لہٗ کے تجرد پر کوئی نقصان عائد نہیں ہوتا۔

یہ خوب یاد رکھو کہ عقل سے جو کچھ سمجھ میں آئے ، سمجھو۔ جو کچھ کشف میں نظر آئے، دیکھو۔ مگر ہماری عقل اور ہمارا کشف دونوں غیر قطعی ہیں۔ ہمیشہ آمنّا بمراد اللہ کو اپنے پیش نظر رکھو۔ وحیٔ الٰہی کو نہ اپنی عقل سے محدود کرو، نہ اپنے کشف میں۔ ۔ ۔ یہ اجمالی علم اور ایمانِ وحیٔ الٰہی، سراجٌ منیر بن کر بڑھتا ہی رہے گا۔ تم گردن جھکائے چلے ہی چلو اور سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (البقرة:٣٢)، کہتے چلے جاؤ۔ اور، انت وراء الوراء ثمّ وراء الورا، کو وردِ زبان رکھو۔